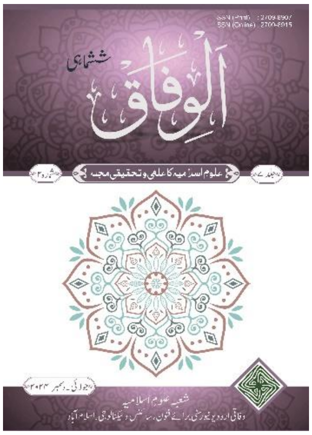

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 7, Issue 2 (July - December 2024)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/

Journal QR Code:

Article

عصری دینی مدارس میں اساتذہ کا مطلوبہ کردار اور ذمہ داریاں:
سید ابوالحسن علی ندوی کی فکر کی عکاسی

The Required Role and Responsibilities of Teachers in Contemporary Religious Madrassas: Reflecting the Thought of Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi

Indexing

Authors: [1] Hafiz Atiq Ur Rehman Gorchani
Affiliations: [1] Jamia Ashab-e-Suffa, Dera Ghani Khan

Published: 31 December 2024
Article DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2.u2

QR Code

Citation: Hafiz Atiq ur Rehman Gorchani, “عصری دینی مدارس میں اساتذہ کا مطلوبہ کردار اور ذمہ داریاں: سید ابوالحسن علی ندوی کی فکر کی عکاسی The Required Role and Responsibilities of Teachers in Contemporary Religious Madrassas: Reflecting the Thought of Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi” *Al-Wifaq*, no. 7.2 (December 2024): 19–37, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i2.u1.

Copyright Information:
The Required Role and Responsibilities of Teachers in Contemporary Religious Madrassas: Reflecting the Thought of Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi © 2024 by Hafiz Atiq Ur Rehman Gorchani is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information: Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

عصر حاضر میں دینی مدارس کے اساتذہ کا مطلوبہ کردار اور ذمہ داریاں: سید ابوالحسن علی ندوی کی فکر کی عکاسی

The Required Role and Responsibilities of Teachers in Contemporary Religious Madrassas: Reflecting the Thought of Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi

حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی

مدیر، جامعہ اصحاب صفہ، ڈیرہ غازی خان

ABSTRACT:

In the present era, this dissertation presents an analytical study of the required role and responsibilities of teachers in religious seminaries and the thought of Syed Abul Hasan Ali Nadwi. It examines the qualities that enable a teacher to play an effective role in society. An effort has been made to determine the intellectual, practical, moral, and missionary responsibilities of teachers in contemporary times.

Although partial research already exists on aspects of this topic, no comprehensive analytical work has been conducted on understanding the perspective of Syed Abul Hasan Ali Nadwi, who, for half a century, fulfilled the duties of education, teaching, and preaching across Muslim and non-Muslim countries in both the East and the West.

This dissertation comprises two main discussions:

- The first section addresses the required role of teachers in the present age.
- The second section examines the responsibilities of contemporary teachers in religious seminaries.

At the end of the dissertation, a summary of the discussions, along with conclusions and recommendations, has been compiled, followed by a list of sources and references.

KEYWORDS:

Syed Abul Hasan Ali Nadwi, Teachers' Role in Contemporary Era, Religious Seminaries (Madāris), Teacher Responsibilities, Islamic Education, Moral and Intellectual Training

تعارف:

انسانیت کی تاریخ تعلیم و تعلم، درس وتدریس اور استفادہ وافادہ سے معمور ہے۔ حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل وہابیل

کے مابین قبولیت صدقہ پر حسد کے باعث قابیل نے ہابیل کو شہید کر دیا تو اس کی میت کو دفنانے سے متعلق متفکر تھا تو اللہ جل شانہ نے اس کی تعلیم کے لئے ایک کوّے کو ارسال کیا۔ "فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ" تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر (کس طرح) اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔[1] بعینہٖ اسی طرح ہر دور میں انسان کو امور زندگانی بہتر سلیقہ سے بسر کرنے کے لئے معلم و استاد کی احتیاج و ضرورت رہتی ہے۔ امت محمدیہؐ کے معلم اول رحمت عالمؐ ہیں کہ آپؐ نے دارِ ارقم، مسجد نبوی کے صفہ چبوترہ میں صحابہ کرامؓ کو اسلامی تعلیمات کے اسرار و رموز سے بہرور فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

ماضی قریب میں برصغیر کے معروف عالم ربانی، داعی و مفکر اسلام حضرت علی میاں المعروف سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک ہمہ گیر و متنوع صلاحیت سے مالامال شخصیت تھے کہ انہوں نے قریباً صدی کے قریب دینی تعلیم و تربیت کے حصول اور اس کی تعلیم و تدریس میں بسر کیے، اسی بناپر قریب پچاس برس تک برصغیر کے معروف مرکز علمی و عرفان دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم کے منصب پر فائز و متمکن رہنے کے ساتھ انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش سمیت عرب و عجم اور مغربی ممالک کے مراکز علمی میں علماء و شیوخ اور تشنگان علم کی رہبری و رہنمائی میں کی سعادت حاصل کی۔

دینی مدارس و مکاتب کے ایک استاد و معلم کو کیسا ہونا چاہیے؟ اس میں کون سی صفات ممیزہ کا پایا جانا لازمی ہے؟ استاد کا کردار کیسا اور کیوں ہو؟ استاد پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ ان بنیادی سوالات کی معرفت کے لئے ایک سید ابوالحسن علی ندوی ایک جامع شخصیت ہیں کہ انہوں نے نہ صرف خود درس و تدریس کو عملاً اختیار کیا بلکہ اساتذہ و شیوخ کی رہبری و رہنمائی اور نگرانی کے فرائض بھی سالہا سال تک انجام دیتے رہے۔

مندرجہ بالا موضوع سے متعلق بقدر استطاعت فحص و تمحیص اور جستجو کے باوجود کوئی معیاری و قابل ذکر تحقیقی کام نفس موضوع پر میسر نہیں آ سکا تاہم دینی مدارس کے مطلوبہ کردار، اور مدارس کی ذمہ داریوں وغیرہ سے متعلق کتب و مقالات موجود ہیں البتہ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کی فکر کی روشنی میں مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داریوں پر تحقیقی کام موجود نہیں۔ اسی بناپر راقم موضوع ہذا پر اپنا یہ تحقیقی مقالہ ذیل میں پیش کر رہا ہے۔

مبحث اول: علماء کا مطلوبہ کردار اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی فکر کا جائزہ:

علماء کرام کا مقام و منصب جس قدر عالی ہے اسی قدر بہت نازک اور حساس بھی کہ انسانی معاشرہ انہی کے دم قدم سے آباد اور شاد بھی ہوتا ہے اور انہی کے نقش قدم پر چل کر اسفل السافلین کی گہرائیوں میں بھی جا گرتا ہے۔ علماء کرام کا کردار چونکہ نیابت انبیاء کا ہے، تو انبیاء اور جانشین انبیاء کی سیرت و کردار میں مانوسیت کا ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ گویا

1۔ القرآن، سورۃ المائدہ: 31

زندگی کے کسی گوشہ میں جب کبھی شریعت کے اصولوں میں ترمیم واضافہ کی کوشش کی جارہی ہو تو کردار سیدنا صدیق اکبرؓ علماء کہ پیش نظر ہونا چاہیے کہ جب انہوں نے فرمایا تھا" أَيَنْقُصُ وَأَنا حَيّ؟ "[2]۔ دین میں ترمیم و نقص کر لیا جائے اور میں زندہ ہوں۔ جانشین رسولؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان الفاظ میں یہ پیغام دیا ہے کہ میرے جیتے جی دین میں قطع و برید نہیں ہو سکتی۔ یہی صفت و کردار علماء اسلام کو بھی اختیار کرنا ہوگا۔ علماء کرام کے مطلوبہ کردار کے کیا خدوخال ہونے چاہئیں کا جائزہ سید ابو الحسن علی ندوی کی کتب کی روشنی میں درج کیا جاتا ہے تاکہ دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ اور متعلقین مدارس ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی و کوشش کریں۔ (3)

رسوخ فی العلم:

مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے 1978ء میں دار العلوم کراچی پاکستان کا دورہ کیا تو انہوں نے وہاں پر علماء و طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "اس وقت پاکستان کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب جیسے رسوخ فی العلم والدین کے حاملین کی ضرورت ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ حالات و مسائل ایسے ہیں کہ اس وقت اس ملک اور اس عہد کو حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ کی ضرورت تھی، لیکن اگر اس پایہ کے علماء اور دینی رہنمانہ ہوتے تو کم سے کم ان حضرات کے پایہ کے علماء تو ہوتے جن کا میں نے ذکر کیا، مگر افسوس کہ اس وقت وہ بھی ہم میں موجود نہیں۔"(4)

اسلامی تہذیب وعلوم کی حفاظت:

قاسم نانوتوی نے نئی نسل کو مغرب کے تہذیبی و تعلیمی حملہ سے محفوظ کرنے کے ساتھ اسلامی علوم اور اسلام تہذیب سے ان کے رشتہ کو مستحکم کر دیا۔ مولانا قاسم نانوتوی نے برصغیر میں اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم میں قطع و برید کو اسی طرح مسترد کر دیا جیسے ان کے جد امجد خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف صف بستہ ہو گئے تھے۔ (5)

صحابہ کرام کا انداز تعلیم:

2۔ مولانا منظور نعمانی، معارف الحدیث (کراچی: دار الاشاعت، 2007)، کتاب المناقب والفضائل، حدیث نمبر: 2020

3۔ سید ابو الحسن علی ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 119

4۔ سید ابو الحسن علی ندوی، حدیث پاکستان- مجموعہ خطابات (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 159

5۔ سید ابو الحسن علی ندوی، پاجا سراغ زندگی- مجموعہ خطابات (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 134-137

صحابہ کرامؓ معاشرت کے احکام، اخلاق و عادات کی تعلیم اس انداز سے حاصل کرتے اور دوسروں کو پہنچاتے تھے جو فطری و طبعی طریقہ کا مظہر ہوتا یعنی وقفہ وقفہ سے نصیحت کرنا اور تھوڑا تھوڑا علم حاصل کرنا چنانچہ صحابہ کرام کی یہ امتیازی صفت تھی کہ انہوں نے علم حاصل تو زیادہ نہیں کیا مگر اس میں گہرائی حاصل کرنے کے ساتھ عملی نمونہ پیش کیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے قلوب واذہان اس علم کو قبول کرنے میں مانع نہ ہو پائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان کے شاگردوں نے تقاضا کیا کہ وہ ان کو روزانہ تعلیم دیا کریں تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔[6] اسی طرح سیدنا علیؓ کا قول بھی ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق بات کیا کرو، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ ورسولؐ کی باتوں کو جھٹلانے لگیں۔[7]

جذبہ اشاعت دین:

قرآن وحدیث کے نور میں اس قدر قوت اور طاقت ہے جو سخت سے سخت گمراہی و ظلمت میں ڈوبے ہوئے انسان کو بیدار کر سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے کفر و شرک، بدعت و غفلت سمیت ہمہ جہتی بدیاں مٹ سکتی ہیں۔ علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کی نشر و اشاعت کا انتظام کریں۔ انبیاء کرام کی صفت ہی یہ رہی کہ وہ ہر آن اور ہر گھڑی انسانیت کو اللہ کی طرف پلٹ آنے کی دعوت دیتے تھے، قرآن کریم میں ارشاد باری عزوجل ہے کہ "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ"[8]۔ (ترجمہ: اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو، تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں)۔ حضرت نوحؑ شب و روز، خفیہ اور علانیہ طور پر دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتے رہے، قرآن میں ارشاد جل شانہ ہے کہ "رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا"[9] (ترجمہ: اے میرے رب میں اپنی قوم کو رات و دن بلاتا رہا)۔ پھر ارشاد ہوا کہ "ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا، ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا"[10]۔ (ترجمہ: پھر میں نے ان کو بلایا برملا، پھر ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا، چپکے سے۔) اب یہی علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ درس و تدریس، وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف اور تصوف و سلوک کے ذریعے معاشرے میں خیر کی دعوت کو عام کریں، تاکہ حقیقی معنوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل

6۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (دمشق: دار ابن کثیر، 1993م)، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة، حدیث نمبر، 70

7۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 63

8۔ القرآن، سورۃ ہود: 50

9۔ القرآن، سورۃ نوح: 5

10۔ القرآن، سورۃ نوح: 8-9

کرنے والا معاشرہ تشکیل پا سکے۔[11]

ذہنی تشکیل و تعمیر سیرت:

دینی مدارس کے اساتذہ کے کاندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہے کہ وہ خود بھی اور اپنے طلبہ و پیروی کرنے والے دیندار طبقہ میں اسلام کی بنیادی فکر کو اس انداز سے راسخ کردیں کہ زندگی کی پرآشوب و ظلمت بھری آندھیوں کے جھونکے ان کے عقائد و نظریات کو متزلزل نہ کر سکیں۔ مسلم معاشرہ کی کامل طور پر رہبری کا فریضہ طبقہ علماء ہی ادا کر سکتا ہے۔ امام محمد غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے علماء اور طلبا کو جو غیر ضروری علوم کے اکتساب میں مصروف تھے ان کو علم طب کے حصول کی جانب متوجہ کیا کہ اس پیشہ کو اختیار کرنے والے یہودی و نصرانی اور ملحد اطباء اور مسلمان ان کے محتاج ہیں، ان کی فکر کے اسیر بن جانے کا قوی اندیشہ موجود ہے۔ سو علماء کرام کو اکتساب علم میں ہر اہم اور ضروری علم سے استفادہ کرنے میں لیت و لعل سے کام نہیں لینا چاہیے البتہ علوم و فنون کا بنیادی مقصد اسلام و مسلمانوں کی خدمت ہونا چاہیے۔ قرآن کریم نے بھی مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ " وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ "[12] اس کے ساتھ علماء کرام کو تعمیر سیرت پر بھی بنیادی توجہ دینا ہو گی کہ دینی مدارس کے متعلقین ہی میں یہ امتیازی صفت موجود ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق و صفات کے پیکر اور اچھے کردار کے حامل اور استغناء و خودداری کے مرقع ہوں۔ دین اسلام کی دعوت کا فریضہ انجام دینے والوں کے لئے جن امتیازی صفات کی ضرورت ہے وہ اہل مدارس ہی میں بہم موجود ہیں البتہ اس میں مزید بہتری و پختگی لانے کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کا حق ادا ہو سکے۔[13]

نمونہ عمل:

قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کو نمونہ عمل قرار دیا گیا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "[14]۔ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی شان کو نمونہ عمل قرار دیا گیا ہے، سو جانشین انبیاء علیہم السلام یعنی طبقہ علماء اسلام کو نمونہ عمل ہونا چاہیے۔ علماء کرام کی عزت و عظمت اور وقار میں برتری لازمی ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک علماء کرام اپنے سے خود نمائی، برتری، جاہ و منصب کی خواہش کو دور نہ کردیں۔ انہیں مال و زر کی محبت سے عاری ہونا چاہیے اور وضع قطع اور رہن سہن میں معاشرے کے طاقتور لوگوں سے مرعوب و متاثر ہونے کی بجائے تواضع اور کسر نفسی کو اختیار

11۔ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 43

12۔القرآن، سورۃ الانفال: 60

13۔ندوی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت، 24-30

14۔القرآن، سورۃ الاحزاب: 21

کرنے والے بنیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک دینی مدارس کے متعلقہ افراد نے خود کو ترغیب و ترہیب سے متاثر نہیں ہونے دیا، حکام کی مجالس سے مستغنی کیے رکھا تو اس وقت تک مسلم معاشرہ مثالی ہی رہا۔ جیسے مولانا اشرف علی تھانوی کو ڈھاکہ کے نواب نے ملاقات کے لئے طلب کیا تو مولانا نے استغنا کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ میرے پاس بقدر ضرورت دستیاب ہے اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ کے پاس بقدر حاجت بھی موجود نہیں، سو آپ کو ہمارے پاس آنا چاہیے نا کہ ہم آپ کے پاس آئیں۔ شام کے مشہور بزرگ عالم دین شیخ سعید حلبی کا واقعہ ہے کہ ان کے درس میں سلطنت خدیویہ کے بانی محمد علی خدیو کے بیٹے ابراہیم باشا آئے تو شیخ صاحب پاؤں کی تکلیف سے پاؤں پھیلائے ہوئے تھے، شیخ صاحب ابراہیم باشا کی سپہ سالاری و جبروتیت سے خائف ہونے کی بجائے اسی طرح پاؤں پھیلائے رکھے، درس کی سماعت کے بعد ابراہیم پاشا واپس چلا گیا تو اس نے تحفۃً اشرفیوں کا تھیلا بھیجا، جس کو شیخ صاحب یہ کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا "الذي يمد رجله لا يمد يده" (جو شخص پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلا سکتا)۔ ان صفات ممیزہ کو پیدا کر کے علماء کرام معاشرے میں اپنا مطلوبہ کردار مؤثر طور پر انجام دے سکتے ہیں جس کی مسلم معاشرے کو موجودہ دور میں اشد ضرورت ہے۔[15] دینی مدارس کے اساتذہ و فضلاء مدارس کو معاشرہ میں قبلہ نما کی سی حیثیت حاصل ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں انسانی اور مسلم معاشرہ کی فلاح و بہبود اور اصلاح کا برابر انتظام جانفشانی سے کرتے ہیں اور ہر طرح کے خوف و خطر سے بالا تر ہو کر معاشرہ کو صراط مستقیم پر گامزن کے مشن پر عمل پیرا رہتے ہیں۔[16]

خود احتسابی:

اسلام میں خود احتسابی کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے اور عمل احتساب کی اہمیت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب اس کا تعلق حکام و امراء اور علماء کے ساتھ ہو۔ احتساب کے عمل کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ گمراہی و ظلمت کی راہداریوں سے مامون رہتا ہے اور بادل ناخواستہ انسانی معاشرہ سے حمیت دینی اور خود احتسابی کا عمل مفقود ہو جائے تو پھر وہ معاشرہ خاموش موت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ احتساب کی اہمیت کا بیان قرآن و سنت میں بکثرت موجود ہے۔ عمل احتساب سے انحراف کے مضمرات سے تاریخ کے صفحات عیاں ہیں کہ بخارو سمرقند اور اندلس سمیت مسلمانوں کی حکومتوں کے خاتمے کہ پیچھے اسی عمل کے مفقود ہو جانے کا اہم کردار ہے۔ مسلم معاشرہ میں جب، علماء کا باہمی اختلاف، علماء کا عوام سے رابطہ منقطع، لوگوں کے دلوں میں مال و زر کی اندھی محبت، معاشرے کی جانب سے اخلاقی صفات سے تہی دامنی، حب جاہ و منصب اور اشاعت اسلام کے فریضہ سے روگردانی اختیار کی تو پھر مدینۃ الزہراء اور قلعہ الحمراء کی تاریخ المناک جنم لیتی

15۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تحفہ پاکستان - مجموعہ خطابات (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 72-75

16۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 45

ہے، اسی طرح بخارا و سمر قند کی تاریخ بھی عبرت ناک تاریخ سے عبارت ہے۔ یہ تمام صفات رذیلہ اسی وقت پنپتی اور پھلتی و پھولتی ہیں جب معاشرہ میں بالعموم اور علماء میں بالخصوص خود احتسابی کا عمل مفقود ہو جائے۔[17]

عوام سے ربط و تعلق:

علماء کرام کو عوام سے مرتبط رہنے کی ضرورت ہے، ہندوستان کے علماء کا معاشرے سے رابطہ مستحکم و مضبوط نظر آتا ہے۔ علماء علمی و عملی میدان میں پیش قدمی کر رہے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی علماء کی خدمت کے معترف ہیں۔ علماء پر عوام الناس کو اس قدر اعتماد ہے کہ وہ علماء کو علمی و ادبی مجالس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ لہذا علماء کرام کی عزت و عظمت تقریر و تحریر سے، بیعت و ارشاد یا ماضی کے واقعات خود کو زندہ رکھنے کی کوشش سے دلوں میں نہیں آسکتی، بلکہ علماء کو سیرت کی بلندی، زہد و استغناء اور اخلاق فاضلہ اختیار کرنے کے ساتھ علم و فن میں امتیاز پیدا کر کے اپنے علم و عمل سے معاشرے کو متاثر کرنا ہوگا اور انسانوں کا بہی خواہ ہونے کا یقین دلانا ہوگا۔[18]

مذہبی و سیاسی انتشار:

کسی معاشرہ کو توڑنے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس میں مذہبی اور سیاسی انتشار و افتراق کو فروغ دیدیا جائے۔ ایسے وقت میں علماء کرام کا کردار ایمان و احتساب کے ساتھ بڑھ جاتا ہے کہ وہ مسلم معاشرہ کے بنیادی خدو خال میں واقع ہونے والی اس اہم خرابی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ علماء کرام کو مذہبی و سیاسی انتشار و اختلافات سے امت کو نکالنے کے لئے کسر نفسی سے کام لینا ہوگا، فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر مباحث علمی کو عوام کے سامنے بیان کیا جاتا ہے، جب ذاتی فہم و فراست کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس کا بدیہی ثمرہ معاشرہ کے طبقات کا مضطرب اور متحارب ہو جانے کی صورت نکلتا ہے۔ یہ عمل مسلم معاشرہ کی ہلاکت کا موجب بن جائے گا۔ مثلاً قیام پاکستان کے حوالے سے یہ لڑائی چل رہی ہے کہ اس ملک کو ہم نے آزاد کرایا اور اس پر اقتدار کا حق بھی ہمارا ہے۔ عقائد و فقہ کے باب میں معمولی اختلاف کی وجہ سے مد مقابل دو کانفرنسیں سیرت النبیؐ کے موضوع "محمد رسول اللہؐ" اور "یا رسول اللہؐ" الگ الگ عنوان سے کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ایسے میں علماء کرام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے کردار کو پیش نظر رکھیں کہ انہوں نے اپنے زمانے میں کس طرح مرہٹوں کی بیخ کنی اور دین اکبری کے سد باب کے لئے کیسا بے لوث کردار ادا کیا کہ وہ صرف مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کے طالب و داعی رہے۔[19]

عصبیت جاہلی:

17۔ندوی، تحفہ پاکستان، 68-69

18۔ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 124

19۔ندوی، تحفہ پاکستان، 70۔72

تہذیبی و لسانی تعصب اور صوبائی و علاقائی تعصب کے مضمرات کو پاکستانی عوام سے زیادہ کون جانتا ہے کہ عصبیت کی بھینٹ چڑھ کر ملک دولخت ہوا اور پاکستان کا ایک بڑا حصہ بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔ دینی مدارس کے منتظمین کے مطلوبہ کردار میں اس پہلو کو نظرانداز کرنا کسی صورت درست نہیں کہ معاشرے میں تعصب و تنگ نظری فروغ پا رہی ہے۔ اسلام نے عصبیت کے رویوں کو جاہلیت سے منسوب کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے تعصب کو شہ دینے والوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے، حدیث نبویؐ ہے کہ "مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ، وَلَا تَكْنُوا"[20] (جو کوئی شخص جاہلیت کا نعرہ لگائے اس کو باپ کی گالی دی جائے اور کنایہ سے کام بھی نہ لیا جائے)۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہؐ بغیر وحی کے کوئی بات ارشاد نہیں فرماتے تھے تو اس مذکورہ حدیث سے عصبیت کی مذمت کا عنصر کس درجہ نمایاں ہو رہا ہے۔ عصبیت کی آگ نے مسلم حکومتوں ہی نہیں بلکہ انسانی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ کر خاکستر کر دیا۔ لہذا دینی مدارس کے اساتذہ پر فرض ہے کہ وہ طلبہ اور مسلم معاشرہ کو آمادہ کریں کہ وہ اس قبیح رسم سے نفرت و بیزاری کا جذبہ پیدا کریں۔[21]

مقابلہ ارتداد:

علماء کرام کے مطلوبہ کردار میں اسلامی معاشرے میں پنپنے والے ارتداد کی سرکوبی بھی شامل ہے۔ برصغیر میں اسلام کی دعوت کے پہنچنے کے بعد تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کرتے ہوئے علماء کرام نے قریہ قریہ بستی بستی اور ہر گاؤں میں اسلامی تعلیمات کو روشناس کرنے کے حلقے قائم کر کے قولی اور عملی ارتداد کا سد باب کر دیا۔ ان تمام تر کوششوں کے باوجود اب بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد زمانہ جاہلیت کے تصورات کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے اور رسوم و رواج، بدعات و خرافات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا چکی ہے۔ تاہم علمائے ربانین نے اپنے وقتوں میں، اپنے علاقوں میں اس بات کو یقینی بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہے کہ لوگ ان کی تبلیغ و نصیحت کو قبول کرتے ہوئے پابند شریعت اور عامل قرآن و سنت ہو جائیں اور کفر و شرک اور بدعات کی گمراہی سے نجات حاصل کر لیں۔ یہی وہ تبلیغی و اصلاحی فریضہ ہے جس کو انبیا کرام کے طریق کار سے نسبت ہے۔ اور اس عمل کی اہمیت و ضرورت کسی صورت علماء کی دیگر ذمہ داریوں سے کم نہیں ہے۔[22]

صبر و استقامت: علماء کرام ہی وہ طبقہ ہے جس نے چودہ سو سال سے دین کو اصل حالت میں برقرار رکھنے میں لازوال محنت صرف کی۔ شریعت اسلامیہ کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں علماء کرام بلاخوف و خطر مصروف عمل رہے۔ انبیاء کرام کے

20۔ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی خراسانی النسائی، سنن کبری، محقق: حسن عبد المنعم شلبی، اشراف، شعیب الارناؤوط (بیروت: مؤسسہ رسالہ، 1421ھ-2001م)، باب اعضاض من تعزی بعزاء الجاهلیۃ، حدیث نمبر: 8813، ص: 136/8

21۔ ندوی، تحفہ پاکستان، 76

22۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 41

سلسلہ کے خاتمے کے بعد علماء کو یہ کلیدی ذمہ داری ملی ہے کہ سماج سے کفر و شرک، الحاد و لادینیت، بدعات و انحرافات اور غفلت و جہالت کا خاتمہ کرنا ہے، علماء نے اپنے اس کردار کو وعد و وعید کے باوجود انجام دیا، اور حکمرانوں کی چیرہ دستیوں اور ظلم و جور کا عزم و ہمت سے مقابلہ کیا۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ"[23]۔ ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ علماء کرام جہاں پر دین کی دعوت اور نشر و اشاعت کا انتظام کرتے ہیں وہیں پر فریضہ جہاد کی ادائیگی کے لئے بھی سرفروش رہتے ہیں۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے "الْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ"۔[24] ترجمہ: جہاد اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا، اور میرے آخری امتی کے دجال سے جنگ کرنے تک جاری رہے گا، اسے نہ تو کسی ظالم کا ظلم ختم کرے گا اور نہ ہی کسی عادل کا عدل۔[25] مندرجہ بالا کلام میں اساتذہ کے مطلوبہ کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جب اہل حق طبقہ علماء قرآن و سنت کے حقیقی مفہوم کی تشریح و تعبیر کو نافذ کرنے کے لئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو بدیہی نتیجہ کے طور پر تیر و نشتر کا سلسلہ گرم ہو جاتا ہے اہل علم اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبر و استقلال سے اپنی محنت کو جاری رکھیں کسی ترغیب و ترہیب سے مسحور نہ ہوں۔

مبحث دوم: عصر حاضر میں مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داریاں:

دینی مدارس کا معاشرے میں کردار اہمیت کا حامل ہے کہ مسلمان ہی نہیں جمیع انسانیت مدارس کے اثرات سے مستفید ہو رہے ہیں۔ علماء کرام کی ذمہ داریاں اس قدر مفصل ہیں کہ ان کی معرفت ہر ایک فرد بشر کے لئے لازم ہے۔ دینی مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں پنپنے والے مسائل کا ادراک کر کے ان کا حل پیش کریں۔ علماء اسلام کی یہی ریت رہی ہے کہ انہوں نے سخت سے سخت حالات ہوں یا وسعت و کشادگی کے ایام اس اہم ذمہ داری کو احسن طریقہ پر انجام دیا۔ موجودہ دور میں مسلم معاشرہ مسائل کے گرداب میں محصور ہے، اسے نجات دلانے کے لئے دینی مدارس کے متعلقین علماء و طلبہ کے کاندھوں پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ علماء کرام کی ان ذمہ داریوں کو مجمل انداز میں سید ابوالحسن علی ندوی کے افکار کی روشنی میں ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

23۔ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی، مسند امام احمد بن حنبل، محقق: شعیب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، إشراف: د عبداللہ بن عبدالمحسن الترکي (مؤسسہ رسالہ، 1421ھ-- 2001م)، حدیث نمبر، 15596، ص:365/24

24۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، محقق: شعیب الأرنؤوط (دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009)، کتاب الجہاد، باب في الغزو مع أئمۃ الجَوْر، حدیث نمبر، 2532

25۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 41

انہماک واستغراق علم:

یہ بات قرین قیاس ہے کہ قوموں کے زوال کے پس پردہ اسباب میں سے اہم سبب علم وفن کا زوال پذیر ہو جانا بھی ہے۔ عصر حاضر میں اس بات کی اہمیت دوگنا ہو گئی ہے کہ چہار جانب علم کا سکہ رواں دواں ہے اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم نے علم میں بلند مقام حاصل کیا اسی کو جہانگیری کا موقع نصیب ہوا اور یہی حقیقت آج بھی ثابت شدہ ہے۔ دوسری جانب دینی مدارس کو بہت بڑے بحران کا سامنا ہے کہ اگر ایک ماہر علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ یا اصول فقہ اور علم کلام وعقائد کا ماہر دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کی جگہ سنبھالنے والا تلاش کرنے سے بھی اس پائے کا نہیں ملتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور کی چمک دمک اور ریل پیل کی وجہ سے علمی انہماک واستغراق اہل علم سے دور چلا گیا ہے۔ یورپ میں علم سے اس قدر لگاؤ ہے کہ ان کو اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ دن ورات کی کونسی گھڑی ہے۔ اس طرح کی مثال تو مسلمانوں کے ماضی میں ملتی ہے کہ مراکش کے ایک بزرگ فقہ مالکی پر کتاب تالیف اور اس قدر اپنے کام میں مشغول تھے کہ ایک روز گھر کھانا تناول کرنے نہ پہنچے تو پوچھا گیا تو جواب دیا میں تو آیا تھا اور کھانا بھی نوش کیا، تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ مسائل کو سلجھانے میں چلتے ہوئے بھی غور وفکر سے کام لے رہے تھے تو کسی پڑوسی کے گھر میں داخل ہو گئے اور اہل خانہ ان کی عادت سے واقف تھے اور اہل علم کے قدر شناس بھی تو انہوں ہاتھ دھلا کر دستر خوان سجادیا اور بزرگ کھانا نوش کر کے واپس اپنے تالیفی سرگرمی میں مشغول ہو گئے۔ عصر حاضر میں اہل مدارس کی ذمہ داری ہے کہ ایسا علمی ماحول فراہم کریں کہ علوم وفنون کے ماہر تیار ہو کر مسلمانوں کو علمی ماہرین کی محرومی کا احساس باقی نہ رہے۔[26]

وسعت مطالعہ: دینی مدارس کے اساتذہ کرام کی ذمہ داری میں سے ہے کہ ان کا علمی وفنی لحاظ سے مطالعہ بہت وسیع اور عمیق ہو۔ جس کے ذریعہ وہ طلبہ کو مستفید کرنے کے ساتھ، پوچھے گئے جدید مسائل پر سوالات کا سیر حاصل تسلی بخش جواب بھی دے سکیں۔ علماء وطلبا کو اپنے لمحات زندگانی میں سے کچھ وقت نکال کر خالص علمی ماحول میں وقت گذارنا چاہیے جہاں پر مختلف علوم وفنون کی کتب کا گراں بہا ذخیرہ موجود ہو اور وہ اس سے استفادہ کریں۔ بنیادی طور پر میرا تعارف استاذ کا ہی ہے کہ میں نے زندگی میں جو کچھ سیکھا اور جو کچھ حاصل کیا یعنی عربی زبان میں تحریر وتقریر میں فراوانی، تعلیم وتاریخ پر دسترس اور دعوتی وتبلیغی میدان میں کامیابی سمیٹنے کا اعزاز حاصل کرنے کے پیچھے درس وتدریس کے ایام میں کثرت مطالعہ سے حاصل کیا۔ طلبہ کو پڑھانے میں کس حد تک کامیاب ہوا یہ بتانا خود سے مشکل ہے لیکن جو کچھ حاصل کیا اسی عمل تدریس اور وسعت مطالعہ سے ہی حاصل کیا ہے۔ اس بات کو اساتذہ کرام اپنا مطالعہ بڑھانے کے ساتھ یہی سوچ طلبہ میں بھی منتقل کریں تا کہ دینی مدارس کو جس قحط الرجال کا سامنا ہے اس کا ازالہ کیا جا سکے۔[27]

26۔ سید ابوالحسن علی ندوی، دعوت فکر وعمل (لکھنو: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، طبع دوم، 1424ھ/2003ء)، 215-217

27۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ملت اسلامیہ کا مقام وپیغام، مرتب: طلبہ بھٹکل (لکھنو: دار العلوم ندوۃ العلماء، 1426ھ/2005ء)، 127

عربی زبان کو اپنائیں:

دینی مدارس کے اساتذہ کرام کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ طلبہ کو عربی زبان کی تدریب کا شوق پیدا کریں۔ عربی زبان اسلامی علوم کا منبع و مصدر ہے۔ درسی کتب کو سمجھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ عربی متن کی کتابوں کی مکمل تفہیم اور الفاظ و عبارت کے حفظ کا اہتمام کیا جائے۔ طلبہ کو عربی میں مکالمہ، تقریریں، مضامین کی مشق کرائیں تاکہ طلبہ عربی پر بآسانی عبور حاصل کرلیں۔ تاہم اس امر کو ضرور ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ طلبہ عربی کو سرسری یاداشت اور رٹنے کی بجائے اس کو مکمل طور پر سمجھ بھی رہے ہوں۔ اس کے ساتھ طلبہ کو علمی و فکری بلندی حاصل کرنے کے لیے نمونہ شخصیات اور کتب سے بھی مانوس کریں۔ سیرت و سوانح اور کتب تاریخ میں بکھرے ہوئے پیغمبروں، صحابہ اور بزرگان دین کے واقعات کو ذہن نشین کرلیں اور ان کو اپنی زندگی میں بطور مثال اختیار کرنے کی ہدایت کریں۔(28)

زبان و ادب شناسی:

دشمنان اسلام کی اسلامی ممالک میں اسلام و مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش اس لئے کارگر ثابت ہوئی کہ وہاں کہ طبقہ علماء نے زبان و ادب سے اپنا ربط و تعلق استوار نہیں رکھا، عرب ممالک میں مصر کو کچھ استثناء حاصل ہے باقی عرب ممالک ہوں یا ترکی وغیرہ وہاں کے علماء نے زبان و ادب کو آزاد چھوڑ دیا تو اس کے ذریعہ سے تشکیک و الحاد کے حملے نقصان دہ ثابت ہوئے۔ برصغیر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں پر زبان و ادب کے جو چار ستون گنے جاتے ہیں ان چاروں کا تعلق طبقہ علماء ہی سے ہے کہ انہوں نے زبان و ادب کے ساتھ نہ صرف اپنا رشتہ قائم رکھا بلکہ زمانہ کی قیادت کا فریضہ بھی انجام دیا، علامہ سید سلیمان ندوی بہت عرصہ تک انجمن ترقی اردو کے صدر رہے اور خواجہ الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولوی محمد حسین آزاد اور ڈپٹی نذیر احمد کو تو زبان و ادب کے ستون کے طور پر جانا جاتا ہے۔ علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان کی تاریخ اور نثر و نظم کی باریکیوں اور علمی اصطلاحات پر تنقید کا استحقاق پیدا کرلیں۔ مولانا عبدالحہ حسنی ندوی کی کتاب "گل رعنا" اور مولانا عبدالسلام کی شعر الہند اور شعر العجم مایہ ناز تصنیفات ہیں کہ ان پر زبان و ادب کے ماہرین فخر کرتے ہیں۔ اور زبان و ادب کی خدمت کرنا دینی فریضہ بھی ہے کہ اسی کے ذریعہ سے مسلمانوں میں دین کی تعلیم کا ذخیرہ منتقل ہوتا ہے، خطرہ اس بات کا ہے کہ اہل علم زبان و ادب سے بے تعلق ہو کر اپنی نوجوان نسل کی دینی تربیت کیسے کرپائیں گے۔(29)

حفاظت عقیدہ:

دینی مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داریاں گراں بار ہیں۔ ان میں اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ معاشرے کے اثرات

28۔ ندوی، ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام، 130-131

29۔ سید ابوالحسن علی ندوی، طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 135، 136

سے متاثر ہونے کی بجائے مؤثر بنتے ہوئے زمانے کے تھپیڑوں اور ترغیب و ترہیب سے بے خوف ہو کر شریعت اسلامیہ اور عقائد کے بین اصولوں کی حفاظت کا انتظام کریں۔یعنی حکمت و دانشمندی کے ساتھ تعلیمات اسلام کو فروغ دینا ترجیح ہو،البتہ اس بات کی بالکل اجازت نہیں دی جاسکتی کہ لوگوں کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے مداہنت سے کام لیں۔اسی بات کا قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ " اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ "(لوگوں کو دعوت دیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے انداز سے)۔اسی طرح ارشاد جل شانہ ہے کہ "وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡہِنُ فَیُدۡہِنُوۡنَ " (وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں)۔جبکہ حق بات کے اظہار کا صراحتی حکم قرآن کریم میں نبی اکرمؐ کو دیا گیا کہ "فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ أَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ "(جس کا حکم دیا جارہا ہے بیان کریں اور مشرکین کی مخالفت کو نظر انداز کر دیں)۔ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ منصوصات اور شریعت میں کسی طرح کی ترمیم یا مخالفت کی کوششوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور بنیادی عقیدہ توحید و سنت کو کماحقہ بیان کیا جائے گا۔حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔" إنَّ اللَّهَ قد أجارَ أمَّتي أن تجتمعَ علَى ضلالةٍ "[30]۔لہذا علماء اسلام کی یہ کلیدی ذمہ داری ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کو کھول کھول کر عوام الناس پر واضح کریں۔[31]

حقائق زمانہ کی معرفت:

دینی مدارس کے متعلقین کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ طلبہ اور معاشرے کے لوگوں کو دینی عقائد پر پختگی و مواظبت کے ساتھ زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں اور چیلنجز سے واقف کریں۔یعنی عبادت و عقائد کی درستگی و صحت کے ساتھ ضروری ہے کہ مسلمان معاملاتی زندگی اور زمانے کے حقائق کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ ہو اور اس کے مطابق بوقت ضرورت مدافعت و مقابلہ کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو جائے۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر کو فتح کیا تو انہوں نے مسلمانوں سے صریحاً بات کی کہ وہ خبردار و ہوشیار رہیں کہ رومی و دشمن اسلام کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں گویا تم ہمیشہ محاذ جنگ پر کھڑے ہو تو احتیاط و بیداری کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہوگی۔موجودہ دور میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں بپا ہیں اور مستقبل میں بھی ایسے مسائل کا سامنا رہنے کا امکان ہے،ایسے میں علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ عبادت و عقائد کی درستگی پر تکیہ کرکے نہ بیٹھیں بلکہ معاشرے میں فروغ پاتی سرکشیوں اور انحرافات و بے راہ روی کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے مسلمانوں کی معاملاتی زندگی کو بہتر بنانے کا انتظام کریں،تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ زمانہ کے تقاضوں سے متصادم و متحارب ہوئے تو ایسی اقوام اپنا وجود دنیا میں قائم نہیں رکھ سکیں۔[32]

30۔ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب سواد الاعظم، حدیث نمبر 3950

31۔سید ابوالحسن علی ندوی، تحفہ دکن (لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، 1403ھ/1983ء)، 42،43

32۔ندوی، تحفہ دکن، 44-46

تحقیق و اجتہاد:

اچھے سے اچھا نصاب تعلیم اس وقت تک فائدہ مند نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تعلیم دینے والا معلم ماہر اور صاحب ذوق نہ ہو۔ در حقیقت نصاب تعلیم کی کامیابی کا انحصار اس کے معلم اور مدرسہ کے ماحول پر ہے۔ کامیاب معلم کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ تحقیق و اجتہاد کی صلاحیت سے تہی دامن ہے تو بھی وہ اپنے سبق و مضمون کا ذوق و شوق رکھتا ہو اور اس کا کردار طلبہ و عوام سے بلند اور پختہ ہو اور اس میں تبلیغی روح موجزن ہو۔ اس کے بر خلاف اگر کوئی ایسا معلم ہو جو اخلاقی اعتبار سے غیر ممتاز، اصول و سیرت میں ناپختہ، پیشہ ور و نوکری کی انجام دینے کی ذہنیت رکھنے والا دینی مدارس کے لئے بے فائدہ ہی نہیں بلکہ مضر و نقصان دہ ہے۔[33]

خود نمائی سے اجتناب:

دورِ جدید کے تعلیم یافتہ نوجوان علماء کی زندگیوں کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں اور ان کے سامنے اگر علماء باہم دست و گریبان ہونگے تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ نوجوان دین سے متنفر ہو جاتا ہے کہ خود ان علماء کے مابین اتحاد و اتفاق نہیں اور وہ دین کے کام کو سر انجام دینے میں خود نمائی کو فوقیت دیتے ہیں تو ان سے خیر و فلاح کی توقع بے سود ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک موقع پر مجلس میں یہ کہہ دیا کہ ایک غزوہ میں ہم شریک ہوئے تو اس میں ہمارے پاؤں پر چھالے پڑ گئے تو پھر ہم نے چیتھڑے پاؤں پر باندھ لیے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً حزین و غمگیں ہو گئے کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا کہیں اللہ تعالیٰ کو یہ جملہ ناپسند ہو گیا تو ساری جد و جہد رائیگاں ہو جائے گی[34]۔ غازی محمد دھرم پال نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ علماء کرام و مشائخ عظام کو خود نمائی کا اس قدر شوق ہو چلا ہے کہ وہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ان کے حق پرست پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے، اسی طرح اگر کہیں کسی نامی گرامی شخصیت کی فوتیگی ہو جائے تو مسابقت کے ساتھ جنازہ پڑھانے کے لئے مصلہ امامت پر براجمان ہو جاتے ہیں کہ موصوف اخبارات کی شہ سرخی و تصاویر کی زینت بن سکیں۔ برتری کا یہ احساس علماء، دانشور اور مشائخ میں پیدا ہو جائے تو یہ امر معاشرے کی ہلاکت کا موجب بن سکتا ہے۔ لہذا اہل علم طبقہ کو اس سے احتراز کرنا ہو گا۔[35]

اصلاح کا تمغہ:

عصر حاضر میں علماء کرام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی وضع قطع اور رہن سہن میں تکلف سے اجتناب کریں، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایثار و قربانی کے جذبہ کو اختیار کرتے ہوئے علمی کلامی مباحث کو عوام الناس کے

33۔ ندوی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت، 38، 39

34۔ صحیح بخاری، کتاب مغازی، باب غزوہ ذات الرقاع، حدیث نمبر: 4128، ص: 113/5

35۔ ندوی، دعوت فکر و عمل، 86-89

سامنے بیان کرنے سے احتراز کریں اور شاہوں کی مجالس سے کنارہ کشی اختیار کرنا بھی علمائے ربانی کی صفات میں سے ایک ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ جلال الدین اکبر کی اسلام سے بے رخی کی بنیادی وجہ اس وقت کے علماء کرام کی خواہشات دنیاوی، باہمی نزاعات، اور دوسروں پر خود کو ترجیح دینے کی کوشش کا بنیادی دخل تھا کہ علماء مرغوں کی طرح علمی موضوعات پر مباحثہ کیا کرتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی کو معلوم ہوا کہ جہانگیر اپنی مجلس میں علماء کی جماعت کی تعین کا خواہش مند ہے تو حضرت نے اس کو پیغام نواب سید فرید کے ذریعے بھجوایا کہ اس امر سے باز رہے، اگر حاجت بھی ہو تو صرف ایک عالم کو اپنی مجلس میں جگہ دیں تاکہ علماء کرام باہمی رقابت کی وجہ سے لوگوں کو بددین نہ کر پائیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی اصلاحی کوششیں بارآور اس لئے ثابت ہوئیں کہ ان کو جاہ و منزلت کی طلب نہ تھی اور انہوں نے بادشاہوں سے کسی بھی طرح کا اخذ ورد کا قائم ہی نہیں کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی باشاہوں کی مجلس کی زینت بننے کی بجائے ان کو صالح افراد کی جماعت تیار کر کے دیتے رہے اور اسی کے سبب حکمرانوں کا تعلق دین اور اہل دین سے محبت وعقیدت کا قائم رہا۔[36]

تربیت عملی:

اساتذہ کرام کو یہ بات بخوب جان لینی چاہیے کہ جو ان کا طرز عمل اور ان کا انداز تکلم طلبہ پر اثر ڈال سکتا ہے وہ نصابی کتابیں نہیں ڈال سکتیں۔ اگر اساتذہ کرام اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کا نام محبت وعقیدت اور جوش کے ساتھ لیں گے تو اس کا اثر ہوگا کہ زندگی بھر طلبہ کے دلوں سے اللہ و رسول ﷺ خدا کی محبت کا جذبہ مفقود نہیں ہو پائے گا یہاں تک کہ وہ امریکہ ویورپ جائیں یا وہاں کی جامعات میں تعلیم حاصل کریں مگر یہ سب ان کو ان کے اولین نقوش سے بے بہرہ نہیں کر پائیں گے چنانچہ علامہ محمد اقبال اپنی ساری زندگی اپنے استاد سید میر حسن کی خوبیاں بیان کرتے رہے کہ جن کی محنت و صحبت کے اثر سے علامہ مطالعہ قرآن اور مطالعہ اسلام کی جانب متوجہ ہوئے۔ باوجود اس کے کہ علامہ نے شرق و غرب کے بڑے بڑے اہل علم سے استفادہ کیا مگر سید میر حسن کا مقام و مرتبہ ان کی نظر میں کم نہ ہو سکا۔[37]

شہادت حق:

انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا بار گراں اٹھانے کی وجہ سے علماء کرام کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ بالخصوص اس زمانے میں جب معاشرے کے جذبات واحساسات پر گرد پڑ چکی ہو اور لوگ مادیت پرستی وحیا سوزی کے اسیر ہو چکے ہوں۔ یہی وہ لمحہ ہے جب بہت سے لوگ اپنی ذمہ داریوں سے غافل اور تنہا ہو کر گوشہ نشین ہو جاتے ہیں۔ تاہم علماء کرام اپنی ذمہ داری کا بوجھ اتارتے ہوئے غافل انسانی معاشرے کو راہ حق کی طرف گامزن کرنے کے لئے مصروف عمل رہتے

36۔ ندوی، دعوت فکر و عمل، 89-91

37۔ ندوی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت، 197-199

ہیں۔ قرآن کریم کے حکم کے مطابق " كُونُوا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ "[38] (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) بن کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں اور لوگوں کو درس و تدریس اور وعظ اور تذکیر کے ذریعہ سے دنیا کی محبت سے بے نیاز کر کے شریعت اسلامیہ کی اتباع اور رجوع الی اللہ اور اطاعت رسول کی طرف گامزن ہونے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں اور اسی طرح اخلاق رذیلہ کبر و نخوت، مادہ پرستی وحیا سوز سرگرمیوں سے معاشرے کو گلوخلاصی کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ اہل علم کی ذمہ داری اس وقت بڑھ جاتی ہے، جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہو۔ بنوامیہ اور بنوعباس کے زمانہ میں حضرت حسن بصری اور حضرت امام احمد ابن حنبل، علامہ ابن الجوزی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا کردار نمونہ عمل ہے کہ انہوں نے مسلم حکومتوں کے ہوتے ہوئے بدعات و خرافات اور غفلت و لاپرواہی اور دین میں تحریف و ترمیم، لہو ولعب کے دور میں حق گوئی و بے باکی کا فریضہ ادا کیا۔ عصر حاضر میں مادہ پرستی کے عفریت اور مغربیت کے حملوں سے نبرد آزمائی کر کے عوام الناس کو سنگین حملوں سے نجات دلانا علماء امت کی ذمہ داری و فرض ہے۔[39]

تضادات کا خاتمہ:

عصر حاضر میں علوم دینیہ کے حاملین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تضادات کا خاتمہ کریں۔ ایک طرف یہ عمل ہے کہ بعض مباحات کے استعمال میں تولیت و لعل سے کام لیا جاتا ہے مگر سوء اتفاق ہے کہ مسلمانوں کو منقسم کرنے اور مسلمانوں کے گروہوں کو بذریعہ چغل خوری، غیبت، الزام تراشی، کذب بیانی سے توڑنے کو معیوب نہیں جانا جاتا۔ یہ کھلا تضاد جو انسان کے ظاہری عمل اور باطنی فریب کے مابین واقع ہے اس کا خاتمہ از حد ضروری ہے کیونکہ اللہ جل شانہ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ لہذا انسانی زندگی سے توہین و تحقیر انسانیت، خیانت و چوری اور اپنے منصب کی ذمہ داری کو ادا نہ کرنا، اور سنی سنائی بات کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا مذموم عمل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد جل شانہ ہے " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا "[40] (مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو)۔ اور اسی طرح حدیث نبویؐ میں بھی ارشاد موجود ہے کہ " كفى بالمرء كذبًا أن يحدّث بكلّ ما سمع "[41] (انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے کان میں پڑے وہ اس کا چرچا کرنا شروع کر دے)۔ علماء دین پر ضروری ہے کہ خود اپنی اور امت کی زندگیوں میں سے

38۔ القرآن سورۃ نساء: 135

39۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 36-39

40۔ القرآن، سورۃ حجرات: 6

41۔ علی بن جَعْد بن عبید جوہری بغدادی (المتوفی: 230ھ)، مسند ابن جعد، محقق: عامر احمد حیدر (بیروت: مؤسسہ نادر، 1410ھ / 1990ء)، باب شعبۃ ابراہیم ہجری، حدیث نمبر، 627، ص: 109/1

ان بداخلاقیوں سے محفوظ کرنے کی سعی کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ اپنے اندر صفات حسنہ کو بھی پیدا کریں کہ اخلاقی، روحانی، علمی اور ذہنی برتری کے زور پر معاشرے میں خیر کو شر پر فوقیت دینی ہوگی۔ اگر اس امر سے لمحہ بھر بھی تامل کیا گیا تو اس کے مضمرات سے انسانی معاشرہ صدیوں تک نجات حاصل نہ کر پائے گا۔[42]

خلاصہ کلام:

عصر حاضر میں دینی مدارس کے اساتذہ کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ حکمرانی ہو یا محکومی دونوں میں انسانی معاشرہ پر ثابت کریں کہ اسلام کا ازلی وابدی رشتہ علم کے ساتھ مرتبط ہے۔ زمانہ کے تغیر و تبدل کے ساتھ قرآن و سنت، فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں انسانی معاشرے کی ضروریات وحاجتوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ مسلم بات ہے کہ علم ایک نور ہے اور جہالت ظلمت ہے اور نور کی موجودگی میں ظلمت پنپ نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ عصر حاضر کے نوجوانوں کے دلوں میں یہ احساس دقیقہ بھر کے لئے بھی پیدا نہ ہونے پائے، اسلام دور حاضر کے تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہے، جبکہ ہمارا یقین تو یہ ہے کہ اسلام صرف رہبری ہی نہیں بلکہ قیادت وسیادت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یاد رکھیں اگر یہ فکر نسل نو کے اذہان میں پیدا ہو گئی تو اس کا بدیہی نتیجہ بے عملی و شریعت سے انحراف یا پھر الحاد و لادینیت کی شکل میں ظاہر ہوگا جو مسلم معاشرے کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے فاتح اسلام کے مفتوح بن گئے۔ ایران وماوراءالنہر میں تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس وقت کے ربانی علماء علامہ ابن تیمیہ اور ان کے رفقاء کار کی علمی و فکری پختگی کی وجہ سے تاتاریوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو اپنا مسکن بنالیا۔[43]

نتائج وسفارشات:

مقالہ ہذا کی تسوید سے یہ امر منکشف ہوا ہے کہ عہد وماضی میں اہل علم بالخصوص اساتذہ علم وفکر کی خداداصلاحیتوں سے مالامال تھے اور انہوں نے اپنے زمانے کے ہر فتنہ و چیلنجز اور ابھرتے ہوئے سوالات کا اجتہاد و تحقیق کو اختیار کرتے ہوئے عقلی اور نقلی علوم سے جواب دے کر اہل اسلام کے ایمان کو محفوظ کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آج بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم کے شعبہ میں تقسیم و تفریق کی بجائے ہر نافع وصالح چیز کو نہ صرف اختیار کیا جائے بلکہ نوجوان نسل کو اس کی ضرورت واہمیت سے مطلع کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں کہ وہ اپنا اعتماد ثوابت اسلام پر بحال کرتے ہوئے نشاۃ ثانیہ اور غلبہ اسلام کا ذریعہ بن جائیں۔

42۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 60

43۔ ندوی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، 130-135

کتابیات

القرآن الکریم

ابن جعد، علی بن جَعْد بن عبید جوہری بغدادی، مسند ابن جعد، محقق: عامر احمد حیدر، بیروت: مؤسسہ نادر، 1410ھ/1990ء

ابن ماجۃ، ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب سواد الاعظم، حدیث نمبر 3950

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دمشق: دار ابن کثیر، 1993م

ابو دؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، محقق: شعیب الأرنؤوط، دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009

الشیبانی، ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد، مسند امام احمد بن حنبل، محقق: شعیب الأرنؤوط-عادل مرشد، وآخرون، إشراف: د عبداللہ بن عبدالمحسن الترکي، مؤسسہ رسالہ، 1421ھ-2001م

ندوی، سید ابوالحسن علی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

ندوی، سید ابوالحسن علی، تحفہ پاکستان- مجموعہ خطابات، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

ندوی، سید ابوالحسن علی، طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

ندوی، سید ابوالحسن علی، ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام، مرتب: طلبہ بھٹکل، لکھنو: دارالعلوم ندوۃ العلماء، 2005ء

ندوی، سید ابوالحسن علی، پاجا سراغ زندگی- مجموعہ خطابات، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

ندوی، سید ابوالحسن علی، تحفہ دکن، لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، 1403ھ/1983ء

ندوی، سید ابوالحسن علی، حدیث پاکستان- مجموعہ خطابات، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

ندوی، سید ابوالحسن علی، دعوت فکر و عمل، لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، طبع دوم، 1424ھ/2003ء

ندوی، سید ابوالحسن علی، علماء کا مقام اور امت کی ذمہ داریاں، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن

النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی خراسانی، سنن کبری، محقق: حسن عبدالمنعم شلبی، اشراف، شعیب الأرناؤوط، بیروت: مؤسسہ رسالہ، 1421ھ-2001م

نعمانی، مولانا منظور، معارف الحدیث، کراچی: دارالاشاعت، 2007ء

al-Qurʾān al-Karīm.

Ibn Jaʿd, ʿAlī ibn Jaʿd ibn ʿUbayd al-Jawharī al-Baghdādī. *Musnad Ibn Jaʿd*. Edited by ʿĀmir Aḥmad Ḥaydar. Bayrūt: Muʾassasah Nādir, 1410 H/1990.

Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah al-Qazwīnī. *Sunan Ibn Mājah*. Kitāb al-Fitan, Bāb Sawād al-Aʿẓam, Ḥadīth no. 3950.

al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Dimashq: Dār Ibn Kathīr, 1993.

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Edited by Shuʿayb al-Arnāʾūṭ. Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, 2009.

Aḥmad ibn Ḥanbal, Abū ʿAbd Allāh Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal ibn Hilāl ibn Asad al-Shaybānī. *Musnad Imām Aḥmad ibn Ḥanbal*. Edited by Shuʿayb al-Arnāʾūṭ, ʿĀdil Murshid et al. Supervised by ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Muḥsin al-Turkī. Muʾassasah al-Risālah, 1421 H/2001.

Nadwī, Sayyid Abū al-Ḥasan ʿAlī. *Madāris Islāmiyyah kī Ẓarūrat wa Ahamiyyat*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

———. *Tuḥfah-e-Pakistan – Majmūʿah Khiṭabāt*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

———. *Ṭālibān ʿUlūm-e-Nubuwwat kā Maqām aur Un kī Zimmadāriyyān*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

———. *Millat-e-Islāmiyyah kā Maqām wa Paighām*. Edited by Ṭullāb Bhaṭkal. Lucknow: Dār al-ʿUlūm Nadwat al-ʿUlamāʾ, 2005.

———. *Pājasarāgh Zindagī – Majmūʿah Khiṭabāt*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

———. *Tuḥfah Dakkan*. Lucknow: Majlis Taḥqīqāt wa Nashriyāt-e-Islām, 1403 H/1983.

———. *Ḥadīth Pakistan – Majmūʿah Khiṭabāt*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

———. *Daʿwat Fikr wa ʿAmal*. 2nd ed. Lucknow: Majlis Taḥqīqāt wa Nashriyāt-e-Islām, 1424 H/2003.

———. *ʿUlamāʾ kā Maqām aur Ummat kī Zimmadāriyyān*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, n.d.

al-Nasāʾī, Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shuʿayb ibn ʿAlī al-Khurāsānī. *Sunan al-Kubrā*. Edited by Ḥasan ʿAbd al-Munʿim Shalabī, supervised by Shuʿayb al-Arnāʾūṭ. Bayrūt: Muʾassasah al-Risālah, 1421 H/2001.

Nuʿmānī, Mawlānā Manẓūr. *Maʿārif al-Ḥadīth*. Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2007.